© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

بچوں کی دینی تعلیم.........اور ہماری ذمہ داری

اسلام نے زندگی گزارنے کے سارے طور طریقے ہمیں سکھلائے ہیں۔ خاص کر ایک اچھا اور مثالی گھرانہ کیسے تشکیل پاتا ہے۔ بہترین رہنمائی دی ہے۔ اچھے گھرانے کی شناخت ان کے بچوں سے ہوتی ہے۔ ان میں حسن معاشرت اسلامی آداب رکھ رکھاؤ اور دینداری نظر آئے تو بلا جھجک یہ رائے قائم ہوسکتی ہے کہ یہ ایک مثالی گھرانہ ہے۔

اس کی ابتداء بیوی کے انتخاب سے ہوتی ہے۔ شریک حیات اگر پڑھی لکھی، دیندار اور اخلاق حسنہ سے متصف ہو۔ تو سمجھیے کہ اچھی شروعات ہیں۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا'' تنکح المراۃ لأربع لمالھا ولجمالھا ولحسبھا ولدینھا فاظفر بذات الدین تربت یداک '' ذات الدین کیوں فرمایا! اس لیے جو دین جانتی ہے وہی خاوند در بچوں کے حقوق جانتی ہے۔ اور اپنے فرائض سے آگاہ ہے۔

ایک اور روایت میں ہے آپ نے ارشاد فرمایا'' اذا جاء کم من ترضون دینہ وخلقہ فانکحوہ الا تفعلوہ تکن فتنۃ فی الارض وفساد '' ترمذی) گویا بیوی کے انتخاب میں اس بات کا اہتمام کہ وہ دیندار ہو تو انسان بہت سے مسائل سے بچ جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا'' الدنیا متاح خیر متاع الدنیا المراۃ الصالحہ '' صالحہ بیوی ہی بہترین متاع حیات ہے اور نیک بی بی ہی بچوں کی دینی تعلیم کا اہتمام کرسکتی ہے۔ بچے کی پہلی اکیڈمی ماں کی گود ہے۔ موجودہ سائنس نے تو یہ اعتراف کیا ہے کہ دوران حمل ماں کی سوچ بچے پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اگر ماں کی سوچ اچھی اور پاکیزہ ہے تو اس کے اثرات نومولود پر ہونگے۔ پیدائش کے بعد بھی بچے ماں کا دودھ پیتے ہیں۔ ہمارے اسلاف میں ایسی روایات ملتی ہیں کہ مائیں باوضو ہو کر ہی بچوں کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دودھ پلاتیں اور کھانا پکاتیں۔ اس کے بہترین نتائج حاصل ہوتے۔ پھر ایسی مائیں کہ دودھ پلاتے وقت قرآن حکیم کی تلاوت تسبیحات کرتی۔ جس کی آواز سے بچہ مانوس ہوتا۔ اور خاص کر جب بولنے کی کوشش کرتا تو اسے اللہ تعالیٰ کا نام سکھلایا جاتا۔ یہ محنت اور کوشش صرف وہ خاتون کر سکتی ہے جو خود دین سے محبت کرتی ہے۔ اور چاہتی ہے کہ اس کے بچے بڑے ہو کر نیک صالح بنیں۔

یہاں ایک عجیب تقسیم بھی دیکھنے میں آتی ہے کہ بچوں کی تعلیم و تربیت صرف ماں کا کام ہے۔ جبکہ والد معاش کمائے۔ اور بوقت ضرورت بچوں کو ڈرائے دھمکائے اور رعب ڈالے۔ حالانکہ یہ بات درست نہیں ہے۔ بچوں کی تعلیم و تربیت میں والدین کی مشترکہ جدوجہد ضروری ہے۔ ماں گھر کے ماحول میں تو بچوں پر نظر رکھتی ہے۔ لیکن گھر سے باہر یہ نگرانی والد کی ذمہ داری ہے۔ اور خاص کر نماز باجماعت اور دینی پروگرام میں ان کی شمولیت کو یقینی بنانے میں والد ہی کردار ادا کر سکتا ہے۔

ویسے بھی پیغمبرانہ طریقہ یہ ہے کہ والد بچوں کو دینی تعلیم دے اور خاص کر ان کے عقائد کی درستگی اور بندگی کی تلقین کرے۔ قرآن حکیم میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہے۔ کہا انہوں نے اپنی اولاد سے یہ سوال کیا تھا۔ ''وما تعبدون من بعدی'' اور بچوں نے جواب دیا تھا ''نعبد الھک والہ اباء ک من قبل'' انہوں نے مزید یہ تقلین فرمائی ''ان اللہ اصطفیٰ لکم الدین فلا تموتن الا وانتم مسلمون'' گویا یہ فکرمندی تھی۔ کہ ان کی اولاد دین پر استقامت کا مظاہر کریں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار رہیں یہاں تک کہ انہیں موت آئے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا وظیفہ دیکھیں ''کان یامر اھلہ بالصلوۃ والزکاۃ'' اپنے اہل خانہ کو نماز اور زکاۃ ادا کرنے کی تلقین فرماتے۔ دینی تعلیم پر کاربند رکھنا اور اس پر توجہ دلانا۔ والدین کی مشترکہ جدوجہد ہے۔ نبی کریم ﷺ نے خود اپنے اہل خانہ کو دین پر کاربند رہنے اور عملی زندگی گزارنے کی تلقین فرمائی۔

دینی تعلیم میں ہماری عدم دلچسپی کا یہ عالم ہے کہ 24 گھنٹوں میں سے صرف آدھ گھنٹہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ناظرہ قرآن کریم کے لیے رکھا ہے۔اور یہ کام بھی خود کرنے کی بجائے مولوی صاحب یا قاری صاحب کے ذریعے لیتے ہیں۔اس میں بھی اکثر ناغے ہوتے ہیں۔قرآن حکیم کے ساتھ چند دعائیں اور دو چار کلمے سکھلا کر سمجھتے ہیں کہ حق ادا ہوگیا۔اس عدم توجہگی کی دو وجوہات جن کا ذکر لوگ خود بھی کر دیتے ہیں۔پہلی بات کہ جناب ہم نے کونسا مولوی بنانا ہے۔گویا دینی تعلیم حاصل کرنے سے یہ لوگوں کی نظر میں مولوی بن جائے گا۔اور اس کا معاشرتی سٹیٹس گر جائے گا۔اور دوسرا اس کیا فائدہ ہوگا؟ خود جامعہ سلفیہ میں بچوں کو داخل کراتے ہوئے بعض والدین یہ سوال کرتے ہیں۔ان کے نزدیک دینی تعلیم حاصل کرنے کے بعد دنیا کس طرح کمائے گا۔چونکہ ان کی خواہش پوری نہیں ہوتی۔لہذا دینی تعلیم سے باغی ہو جاتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا "کل مولود یولد علی الفطرة" ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔اب ان کے والد جو چاہئیں اسے بنا دیں۔مسلمان، عیسائی یا مجوسی۔یہ حقیقت ہے کہ ایک بچے کا ذہن، وائٹ بورڈ کی مانند ہے۔والدین جو چاہئیں اس پر لکھ دیں۔امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔بچہ والدین کے پاس امانت ہے۔اس کی تعلیم و تربیت میں غفلت نہیں ہونی چاہیے۔بچپن میں اسے قرآن کریم میں بیان کیے گئے قصے حدیث میں ذکر کیے گئے واقعات اور سیرت النبی اور تاریخ اسلام سے اچھی باتیں یاد کرانی چاہیے۔تاکہ وہ اسے یاد کر لے۔

نبی کریم ﷺ کا انداز تربیت بہت منفرد ہوتا تھا۔اور دینی شعور اجاگر کرنے کے لیے مختلف طریقے اختیار فرماتے۔مثلاً حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما خود فرماتے ہیں (یہ آپؐ کے چچا زاد بھائی اور عمر میں بہت چھوٹے ہیں) کہ ایک دن میں آپ کے پیچھے سواری پر بیٹھا تھا۔تو آپ نے فرمایا "یا غلام انی اعملک کلمات احفظ الله یحفظک ، احفظ الله تجده تجاهک اذا سألت فاسال الله ، واذا استعنت فاستعن بالله واعلم ان الامة لو اجتمعت علی ان ینفعوک بشئی لم ینفعوک الا بشئی قد کتبه الله لک وان اجتمعوا علی ان یضروک بشئی لم یضروک الا بشئی قد کتبه الله علیک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رفعت الاقلام وجفت الصحف ''(رواہ الترمذی) گو آپ نے انہیں عقیدے کی تعلیم کس خوبصورت انداز میں دی۔اور اگر ہم بھی اپنے بچوں کو یہ عقیدہ سکھلائیں تو ان میں خودداری پیدا ہوگی۔ نیز وہ ہر مشکل میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں گے۔اور بے خوف ہو کر اپنا کام کریں گے۔ کیونکہ ان کا عقیدہ ہوگا۔ کہ نفع اور نقصان کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے۔اسی طرح عمرو بن ابی سلمہ فرماتے ہیں کہ چھوٹا تھا تو مجھے آپ ﷺ کے ساتھ کھانا کھانے کا اتفاق ہوا۔کھانے کے آداب سے ناواقف تھا۔اور دستر خوان پر ادھر اُدھر ہاتھ مار رہا تھا۔تو آپ نے بڑی محبت سے فرمایا۔بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھاؤ'' وکل بیمینک ومما یلیقک ''دائیں ہاتھ سے اپنے سامنے سے کھاؤ۔ اسلامی آداب دینی تعلیم کا اہم حصہ ہے۔اور بہت کم لوگ اپنے بچوں کو آداب سکھلاتے ہیں۔اس کا خصوصی اہتمام ہونا چاہیے۔ بلکہ بڑوں کو عملی شکل پیش کرنی چہیے۔اس لیے کہ بچے بہت جلدی نقل کرتے ہیں۔لیکن یہ عادتیں اچھی ہونی چاہیے۔غلط، جھوٹ، غیبت وغیرہ سے بچنا چاہیے۔ حضرت عبداللہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے۔میں ابھی بچہ تھا۔میری والدہ نے مجھے بلانے کے لیے اشارہ کیا اور آواز دی۔ جیسے کوئی چیز دیں گی۔ میں جلدی ان کے پاس پہنچا۔تو آپ نے میری والدہ سے پوچھا کہ آپ بچے کو کیا دینے کا ارادہ کرتی ہیں۔تو انہوں نے کہا کہ کھجور۔آپ نے فرمایا کہ اگر تو یہ کھجور نہ دیتی۔تو اللہ تعالیٰ کے ہاں جھوٹی لکھی جاتی۔ گویا بچے کے ساتھ بھی ایسا معاملہ درست نہیں۔ کیونکہ وہ سیکھنے کے مرحلے میں ہے۔ اگر کوئی اس طرح کا طرز عمل اختیار کریں گے۔تو وہ بڑا ہو کر خود بھی یہی عمل کرے گا۔

والدین اگر بچپن سے ہی بچوں کی تربیت پر خصوصی توجہ دیں۔اور ان میں اچھے اوصاف پید اکریں۔ اخلاقی کمزوری دیکھیں تو فوری منع کریں۔تو بڑے ہو کر بھی وہ اچھے کردار کے مالک ہونگے۔ورنہ بچپن میں سیکھی ہوئی باتیں اور برا کردار عمر بھر ساتھ رہتا ہے۔ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی نے اپنی کتاب میں عہد عباسیہ کا ایک واقعہ تحریر کیا ہے۔ کہ کسی قاضی نے چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمایا ۔اس پر چور نے کمرہ عدالت میں شور مچایا۔ کہ پہلے میری والدہ کا ہاتھ کاٹا جائے۔اس جج نے پوچھا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ کیوں؟ تو اس نے کہا کہ اس لیے کہ پہلی چوری کرنے پر میری ماں نے مجھے روکا نہیں۔ بلکہ حوصلہ افزائی کی تھی۔ اگر وہ روز اول سے مجھے منع کر دیتی اور میری اصلاح فرمادیتی تو آج میں اس انجام کو نہ پہنچتا۔

ماہرین اس بات پر متفق ہیں کہ بچہ میں دو سال کی عمر میں سیکھنے کی صلاحیت آجاتی ہے۔ اگر چہ وہ صحیح بات بھی نہیں کر سکتا ہے۔ لیکن وہ دیکھ سکتا ہے۔ اور آواز کو سن سکتا ہے۔ سیکھنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک دیکھ کر اور دوسرا سن کر۔ بچہ دیکھ کر نقل کرتا ہے۔ اس لیے ان کے سامنے کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہیے۔ جس سے بچے کی عادت پر برا اثر پڑے۔ یہی وجہ ہے کہ پرائمری کی تعلیم اہم ترین حصہ ہے۔ وہ جس ماحول میں پڑھے گا۔ اس کا اثر اس کے مزاج پر ضرور ہوگا۔ یہی بات ہے کہ وہ بچے اور بچیاں جنہوں نے دینی تعلیم ''قرآن حکیم'' ناظرہ مسجد میں جا کر پڑھا ہے۔ مسجد کے ماحول کا ان پر اثر ہوتا ہے۔ بڑے ہو کر مسجد جانا ان کے لیے مشکل نہیں ہے۔ وہ مسجد کے ماحول سے مانوس ہوتے ہیں۔

مسجد میں تعلیم حاصل کرنے کا ایک اور فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ طہارت اور پاکیزگی کا پورا اہتمام کرتے ہیں۔ وضوء کا طریقہ اچھی طرح سیکھ لیتے ہیں۔ لباس اور جسم کو بھی صاف پاکیزہ رکھیں گے۔

دینی تعلیم کا اہم حصہ فرائض اور واجبات سے اگاہی بھی ہے۔ تاکہ وہ جان سکے۔ کہ مسجد میں قرآن تعلیم سے ایک گھنٹہ کے لیے صبح وشام اچھی صحبت میسر آتی ہے۔ اس لیے والدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کا باقاعدہ اہتمام کریں۔ بچوں کی دینی تعلیم میں اس کے نفسیات کا بھی جائزہ لیتے رہنا چاہیے۔ بچہ شروع سے ہی بعض چیزوں کو محسوس کرتا ہے۔ مثلاً اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی کچھ حرکتوں سے والدین خوش ہوتے ہیں۔ وہ اسے بار بار دھراتا ہے۔ اور یہ بھی سمجھ جاتا ہے کہ کس چیز سے والدین ناگواری کا اظہار کرتے ہیں۔ لہذا اب والدین کیہ ذمہ داری ہے کہ اس احساس کا رخ تبدیل کریں۔ کہ کن کاموں سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں۔ اور کن کاموں سے ناراض۔ تاکہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شروع سے ہی بچہ کے ذہن میں یہ بات پختہ ہو کہ اچھے کام خوشی کا باعث ہیں۔ جبکہ برے کام ناراضگی کا باعث۔

والدین گھر کے ماحول میں ہمیشہ اس بات کا برملا اظہار کریں کہ ہم مسلمان ہیں اور مسلمان ہونا ایک اعزاز اور فتخار کی بات ہے۔ تاکہ بچے کے دل میں بھی یہ بات بیٹھ جائے۔ اور وہ بھی مسلمان ہونے پر فخر محسوس کرے۔

بچے کے دل میں یہ بات بھی ڈالی جائے کہ اچھے کام اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں جبکہ برے کام شیطان کی وجہ سے۔ اور شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے۔ جو ہمیشہ برے خیالات ذہن میں لاتا ہے۔ اور ان پر عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ بچے کے دل میں شیطان کی نفرت پیدا کریں۔ اور بتائیں کہ برے کام سے وہ خوش ہوتا ہے۔ تاکہ وہ اس سے محفوظ رہ سکے۔

بچوں کو نماز کا پابند بنانے کے لیے ضروری ہے کہ سات سال کی عمر میں انکو مسجد میں لایا جائے۔ اور دس سال کی عمر میں سختی بھی کی جائے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا "**مروا اولادکم وھم ابناء سبع سنین وآضربوھم علیھا وھم ابناء عشرو فرقوا بینھم فی المضاجع**" خاص کر فجر کی نماز میں بچوں کو مسجد میں لایا جائے۔ تو بہت جلدی نماز کے عادی بن جاتے ہیں۔ جبکہ مغرب کی نماز بہت آسان ہیں۔ اس وقت بچہ ہشاش بشاش ہوتا ہے۔ اور بآسانی مسجد جانے کے لیے تیار ہوتا ہے۔

دیکھنے میں آیا ہے کہ بیٹے کی نسبت انسان پوتے کی تربیت اچھی کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسے بیٹے کی وجہ سے کافی تجربہ ہو چکا ہوتا ہے۔ لیکن آج بدقسمتی سے بہویں بزرگوں پر اعتماد نہیں کرتی اور اپنے بچوں کو دادا کے قریب بھی نہیں جانے دیتی۔ حالانکہ دادا سے زیادہ کون پوتے کا خیرخواہ ہوسکتا ہے۔ اس لیے بچوں کی بہتری کے لیے بزرگوں کے تجربات سے فائدہ اٹھانا عقل مندی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے بچوں کی صحیح تربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین۔

☆......☆......☆

© rasailojaraid.com